International Research Journal of Human Resources and Social Sciences
ISSN(O): (2349-4085) ISSN(P): (2394-4218)
Impact Factor- 5.414, Volume 4, Issue 10, October 2017
Website- www.aarf.asia, **Email** : editor@aarf.asia , editoraarf@gmail.com

Reflection of social and cultural values of contemporary Urdu novel

معاصر اردو ناول کے سماجی و تہذیبی اقدار کی عکاسی

ڈاکٹر اعظم انصاری

اسسٹنٹ پروفیسر

خواجہ معین الدین چشتی اردو، عربی-فارسی یونیورسٹی، لکھنؤ

ناول زندگی کا رزمیہ یا مہاکاویہ ہے۔ناول کسی بھی زبان میں لکھا جائے وہ سماجی تاریخ کا آئینہ ہوتا ہے، جس میں اس عہد کے سماجی، تہذیبی، معاشرتی، لسانی و دیگر باتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔اگر ہم اردو ناول کی بات کریں تو اس کی تاریخ لگ بھگ ڈیڑھ سو سال یعنی (نذیر احمد کے ناول مراۃ العروس 1869 سے لیکر 2022 تک) پر محیط ہے۔اس دوران ملک گیر سطح پر ہی نہیں عالمی سطح پر بھی سماجی، سیاسی، ادبی، تہذیبی، لسانی، معاشی زندگی کے نئے رنگ ڈھنگ اور گاؤں سے شہر کی طرف ہجرت، دہشت گردی اور صارفی عناصر کا سماج و سیاست پر غلبہ، نیا عریاں کلچر، نوجوانوں کا بڑھتا ہوا فرسٹریشن وغیرہ بہت سے تغیرات ہمیں دیکھنے کو ملتے ہیں۔اردو کی دیگر اصناف کی طرح ناول میں بھی اس کے اثرات کو صاف طور پر دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے۔تغیر پذیری ہر عہد کی خصوصیت ہوتی ہے لیکن ہم جس عہد اور سماج میں جی رہے ہیں یہ اب تک کے انسانی تاریخ کا سب سے مشکل اور پیچیدہ عہد ہے کیونکہ اس عہد میں تبدیلی کی رفتار تیز سے تیز تر ہے۔اب کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے دنیا میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔اب قلم کی جگہ

© Associated Asia Research Foundation (AARF)
A Monthly Double-Blind Peer Reviewed Refereed Open Access International e-Journal - Included in the International Serial Directories.

انگلی استعمال کی جانے لگی ہے اور ایک ہی کلک میں دنیا جہان کی ساری جانکاری آپ کے سامنے آجاتی ہے۔ جانوروں کے کلون، انسانی اعضاء اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی بنائے یا تیار کئے جارہے ہیں۔ آج کا صارفی کلچر یا فلیٹ کلچر، فاسٹ فوڈ، جنک فوڈ نئی نسل کو تیزی کے ساتھ اپنی گرفت میں لے رہا ہے اور ہمارے سماجی، تہذیبی، ثقافتی، لسانی تانے بانے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔

بیسویں صدی کی آٹھویں دہائی میں ہمارے نقادوں کے ذریعہ ناول کے سفر پر پر فل اسٹاپ لگانے اور اس کے خاتمے کی بات کہی جانے لگی تھی۔ اس صارفی کلچر، آئی ٹی انقلاب اور تغیر پذیر عہد میں نئی نسل، نئی فکر اور نئے رویہ و نئے اسلوب کے اہم افسانہ نگاروں جیسے عبدالصمد (دو گز زمین)، غضنفر (پانی)، پیغام آفاقی (مکان) نے ناول تخلیق کر کے فکشن کی دنیا میں ایک ہل چل مچادی تھی۔ ان ناولوں نے دیگر فکشن نگاروں کو اس جانب متوجہ کیا۔ نئے نئے تخلیق کاروں نے اپنے تخیلات و احساسات کے بیل بوٹے کو خوبصورت الفاظ سے مزین کر کے صفحہ قرطاس پر بکھیرنا شروع کر دیا اور ناول کے گلشن میں رنگ برنگ کے موضوعات، نظریات کی خوشبو سے اپنے قاری کے دل و دماغ کو معطر کرنا شروع کر دیا۔ نسل نو کے ناول نگار اور ان کے ناول کے طرح طرح کی باس کے لوگ دیوانے ہو گئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اکیسویں صدی کو ناول کی صدی کہا جانے لگا ہے۔ ہم ناول کے گلشن میں رنگ برنگ کے تخیلات، نظریات، موضوعات بکھیرنے والے کے فن کار کی فن کاری سے روبرو ہوتے ہیں۔ معاصر ناول نگاروں کی فہرست طویل سے طویل تر ہے لیکن جو نام خصوصی اہمیت کے حامل ہیں ان میں عبدالصمد، غضنفر، مشرف عالم ذوقی، شموئل احمد، پیغام آفاقی، اقبال مجید، علی امام نقوی، ترنم ریاض، شمس الرحمٰن فاروقی، کوثر مظہری، صادقہ نواب سحر، خالد جاوید، شائستہ فاخری، اختر آزاد، احمد صغیر اور محسن خان وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان معاصر ناول نگاروں نے بدلتے وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ ہمارے سماجی، تہذیبی و ثقافتی، اخلاقی اقدار اور زندگی کے نشیب و فراز کی ترجمانی کس طرح سے کرتے ہیں اور نئی نسل، بدلتے ہوئے تصورات و نظریات سے ان میں تال میل کیسے بیٹھاتے ہیں یہی باتیں توجہ طلب ہیں۔ اس بات کی وضاحت انوار عالم پاشا کے اس اقتباس سے بھی ہو جاتی ہے۔

"معاصر ناول کا اصل سفر اس نسل کے ساتھ شروع ہوتا ہے جس نے 1980-85 19 کے بعد ناول نگاری کے میدان میں قدم رکھا اور گزشتہ ڈیڑھ دہائیوں میں اپنے ناولوں کے ذریعے اردو ناول نگاری کے افق کو وسعت عطا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ان کے ناول فکری، موضوعی معنویت کے اعتبار سے اپنے پیش روؤں سے مختلف اور عصری تناظر کے ساتھ مکمل طور پر ہم آہنگ ہیں۔ ان کے یہاں ماضی کے بجائے حال اور صرف حال کا سیاق غالب ہے۔ انہوں نے اردو ناول کو عصری زندگی کے بعض ایسے گوشوں سے آشنا کیا ہے جو اب تک ہماری توجہ کا مرکز نہیں بن پائے تھے"۔ حوالہ ا۔ معاصر اردو ناول کے تہذیبی سروکار۔ ص۔ 20۔21

عبدالصمد بنیادی طور پر سماجی و سیاسی موضوعات قلم بند کرتے ہیں۔ ان کا ناول دو گز زمین، خوابوں کا سویرا اور مہاساگر میں مذہبی منافرت، ٹوٹتے بکھرتے سماجی تانے بانے کو ان ناولوں میں پیش کیا گیا ہے۔ فرقہ وارانہ فسادات ہمارے ملک کا مقدر بن چکا ہے اور دھیرے دھیرے پورے ملک و معاشرے کو کھوکھلا کرتا جارہا ہے۔ ہندو مسلم کے مابین گنگا جمنی تہذیب جو صدیوں میں پروان چڑھی تھی وہ 1947 کے ناقابل قبول تقسیم میں پوری طرح سے بکھر گئی۔ تہذیب آدم کے ساتھ ساتھ پنجاب و بنگال کے کلچر کو بھی پارہ پارہ کر گئی ہے۔ ہندو۔ مسلم کے آپسی بھائی چارہ کی دیوار زمیں دوز ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے اور نفرت کا حصار دن بہ دن بڑھتا جارہا ہے۔ اسی موضوع پر کوثر مظہری کا ناول 'آنکھ جو سوچتی ہے' 2000 تخلیق کیا گیا ہے جس میں زمین کے ٹکڑے کے ساتھ ہی ساتھ مذہب اور خون کے رشتوں کے ٹکڑے ہونے کے علاوہ ماں، بہن اور لال کے لاشوں کے ٹکڑے ہوتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ بر صغیر میں یہ خون کی ایسی موج ہے جو ہر پانچ دس سال میں کہیں نہ کہیں آتی رہتی ہیں۔ اس ناول میں بہار کے سیتامڑھی میں ہوئے فرقہ وارانہ فسادات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ یہ صرف ایک سیتامڑھی نہیں ہے بلکہ ہر وہ جگہ ہے جہاں کوئی ماں کراہ رہی ہے کیونکہ کی گود سونی ہو گئی اور وہ انصاف کے لئے در در کی ٹھوکریں کھا رہی ہے یا مایوس، ناامید ہو کر خاموشی اختیار کر لی ہے۔ اس ناول کے کردار رضوان کا سوال تجسس پیدا کر دیتا ہے اور ہمیں سوچنے کے لئے مجبور کر دیتا ہے۔ رضوان ایک جرنلسٹ لڑکی زیبا جو فساد کی رپورٹنگ کرتی ہے سے سوال کرتا ہے تو اس کا جواب روزمرہ کی

زندگی کی طرح لگتا ہے جو اسے تسلی دیتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ نئی نسل جو تعلیم یافتہ، آزاد خیال اور بے باک ہے جو ایسی باتوں میں پڑ کر اپنا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتی ہے اور اس کے اندر کی حسیت اور انسانیت مر چکی ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہوں۔

''سالا اس دیش کا کوئی ماں باپ ہے ہی نہیں۔'' ریلکس مسٹر رضوان۔ یہ کون سی نئی نیوز ہے۔ لوگ تو دنیا میں مرتے ہی رہتے ہیں اور یہ کمیونل رائٹس ((Communal Riots کا ہونا تو اس دیش میں عام بات ہے گویا روز مرہ میں شام ہے اور روز مرہ کے واقعات نیوز نہیں کہلاتی - ''..... جیسے یہ فساد تو ہندوستان کا مقدر بن گیا ہے۔ انسانوں کا خون دیکھ کر طبیعت اکتا چکی ہے یہ ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ ہے۔'' حوالہ ۲

شائستہ فاخری (نادیدہ بہاروں کے نشاں، صدائے اندلیب بر شاخ شب)، ثروت خان (اندھیرا پگ)، نواب صادقہ سحر (کہانی کوئی سناؤ متاشا) وغیرہ نے عورتوں کے جذبات، احساسات اور نفسیات کے ساتھ ہی ساتھ جنسی معاملات، حق تلفی، حلالہ اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی جیسے عہد حاضر کے مسائل و موضوعات کو اپنے خیالات و نظریات کے ذریعہ قاری تک پہنچانے کی کامیاب کوششیں کیں ہیں۔ ڈاکٹر انیس تیاگی کا ناول ' گلابی پسینہ ' خصوصی توجہ کا طالب ہے، جو عیسائی مذہب، چرچ کے پادری، راہبہ اور دیگر حضرات کی ذاتی زندگی کو بے نقاب کرتا ہے۔ انہوں نے اس ناول میں سماج کے مہذب اور باوقار شخصیت کے چہرے پر پڑے ہوئے مکھوٹے کو بے نقاب کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے کیونکہ جنسی چاہت یا طاقت کے سامنے عبادت و ریاضت ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور اخلاقی قدریں پامال ہو جاتی ہیں۔ پادری کے بیڈ روم کا یہ اقتباس پیش خدمت ہے۔

"ماریہ جب کھڑے کھڑے تھک گئی تو وہ ایک اسٹول اٹھا لائی اور اس پر بیٹھ کر پھر سر دبانے لگی۔ دفعتاً پادری کو جانے کیا سوجھی۔ اس نے لال بلب بھی آف کروا دیا۔ آدمی کتنا ہی پریشان، بوڑھا یا مہذب کیوں نہ ہو۔ سڈول چکنی پنڈلیوں اور ٹھوس کولہوں والی گندمی نوجوان لڑکی بھلے ہی اس معیار کے مطابق نہ ہو، قربت اس کی پریشانی، بڑھاپا اور

دینداری کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ خلوت اور خود سپردگی کے جذبے کی میٹھی میٹھی چاہت کی آنچ شامل ہو جائے۔'' حوالہ ۳۔ ص۔160

معاصر ناولوں کے اس گلشن میں غضنفر کا ناول 'دویہ بانی' ایک ایسا شجر ہے جسے صدیوں سے سماج میں شجر ممنوعہ سمجھا جاتا رہا ہے(دلت سماج) کے مسائل و مصائب اور ان کے صدیوں کے استحصال، غیر انسانی حقوق، ان کے ساتھ برتے جانے والے بھید بھاؤ کے سلوک کی داستان کو اس ناول پیش کیا گیا ہے۔ جب یہ ناول منظر عام پر آیا تو اردو ادب کے قاری کو اس نے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ یہ اپنے موضوع اور اسلوب بیان کی وجہ کافی عرصے تک چرچے میں رہا تھا کیونکہ یہ اردو کا پہلا ناول ہے جو دلت ادب کے موضوع پر لکھا گیا ہے۔ اس کے اسلوب کی خاص بات یہ ہے منظوم و منثور کا مرکب ہے۔ اس ناول میں عین کرداروں کی مناسبت سے ہندی و سنسکرت زبان استعمال کی گئی ہے۔ اس ناول میں کے اہم کردار بالیشور، بابا، بندیا اور بالو وغیرہ ہیں۔ کوئی دلت کسی برہمن سے چھو جائے یا ویدوں کا منتر سن لے تو اسے سزا کا مستحق قرار دیا جاتا ہے اور اس کے کان پگھلا ہوا سیسہ ڈال ڈیا جاتا ہے۔ اس موضوع کی مناسبت سے یہ اقتباس ملاحظہ ہو۔

'' بابا اسے پیڑت کیوں کیا گیا۔''

بیٹے اسے ڈنڈ دیا گیا۔

ڈنڈ۔

ہاں ڈنڈ۔

پر کیوں بابا

اس نے اپرادھ کیا ہے۔ ودھان کو توڑا ہے۔ مریادا کو بھنگ کیا ہے۔

کون سا اپرادھ۔ کون سی مریادا؟''

دوسرا اقتباس جس سے نغمگی کا احساس ہوتا ہے۔

سنو کہ میرے سر میں تان

سنو کہ میرے بھیتر گان

سنو کہ میرے شبد مہان

سنو کہ مجھ میں گیان دھیان

سنو کہ مجھ سے ہی ابھیان

سنو کہ مجھ سے ہی ابھیمان

سنو کہ مجھ سے دان ندان

سنو کہ مجھ سے مکتی موکش

سنو کہ مجھ سے ہی نروان'' حوالہ ۴۔ دویہ بانی، ص۔6

غضنفر کے ایک اور ناول ' شوراب' پر گفتگو کرنا ضروری ہے جس کا تعلق آج کے نوجوان نسل سے ہے۔ اس ناول میں بے روزگار نوجوانوں کی ذہنی، نفسیاتی، معاشی و معاشرتی کیفیت کو خوبصورت الفاظ کا جامہ پہنا کر طنزیہ اور سوالیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ اس ناول میں بے حد اہم دو مسائل کو اٹھایا ہے جو عدم توازن کی بڑی وجہ بن رہے ہیں۔ پہلا مسئلہ خلیجی ممالک کو جانے والے ان پڑھ اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کا ہے اور دوسرا مسئلہ تعلیمی نظام میں مافیاؤں اور استادوں کی آپسی ملی بھگت کا نتیجہ ہے۔ اس ناول کا ایک کردار بابو جان جو ان پڑھ ہے مگر سعودی عرب میں نوکری

کے نام پر اس کی شادی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان لڑکی شیبا سے ہو جاتی ہے۔ عرب سے کمائی ہوئی دولت کے بل بوتے پر وہ مہذب طور طریقوں اور علم وادب سے آراستہ لوگوں کا مذاق اڑاتا ہے اور انہیں منھ چڑھاتا ہے۔ وہ اپنی بیوی شیبا کی تمام علمی وادبی کتابیں کباڑی کے ہاتھوں فروخت کر کے، کتابوں کی الماری میں گھر کے لوگوں کے جوتے اس میں سجا دیتا ہے۔ ناول کا دوسرا سب سے اہم موضوع ہمارے ملک کے تعلیمی نظام میں مافیاؤں اور ناتجربہ کار اساتذہ کا تقرر ہونا اور ان کے مرکب تعلیمی نظام کا زوال کی طرف گامزن ہونا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ غضنفر خود درس و تدریس کے مقدس پیشے سے جکڑے ہوئے ہیں اور اس کے نشیب و فراز سے بخوبی واقف ہیں کہ کس طرح سے اساتذہ خود غرضی، لالچ اور مافیا و سیاست کے چکر میں پڑ کر تعلیمی نظام اور اس کے مقدس پیشے کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ اس موضوع پر دیگر ناول نگاروں نے اپنی فن کارانہ صلاحیت کا مظاہرہ کیا ہے جن میں غیاث احمد (زوال آدم) نے یونیورسٹی کے تعلیمی نظام کی سیاست کو اپنے ناول کا موضوع بنایا ہے۔ حسین الحق نے بھی تعلیمی نظام اور اس کے نتائج سے پیدا ہونے والے برے اثرات کی نشاندہی کی ہے۔ پیغام آفاقی کا ناول 'پلیتہ' بھی تعلیمی نظام اور اس کے برے اثرات کے ارد گرد گھومتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ غضنفر کے ناول شوراب کے اس اقتباس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے

''پاٹیھ کرم میں عام طور پر وہ کتابیں داخل کرانے کی کوشش کی جاتی ہے جو شکشکوں کے اپنے بوسیدہ نوٹ کا مجموعہ ہوتی ہیں یا پرموشن کے لالچ میں قابلیت کو ضروری بنانے کے لئے انٹرویو میں پیش کی گئی وہ پشتکیں جو پتر پتر کاؤں میں پرکاشت لیکھوں کے تراشوں سے گوند کی مدد سے تیار کی جاتی ہیں یا جس میں کسی دوسری زبان کی کسی کتاب کا اتارا گیا خراب چربہ ہوتا ہی۔۔۔'' حوالہ ۵۔ ص۔200

پیغام آفاقی کے ناول 'پلیتہ' میں ادب، ادیب، مافیاؤں اور سیاسی رہنماؤں کے ناپاک گٹھ جوڑ اور اس سے ادب و سماج میں پیدا ہونے والی خرابیوں کو تنقیدی نقطہ نظر سے پیش کیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو۔

''ادیبوں کو یا تو تفریح کا سامان بنا دیا گیا ہے یا پھر انہیں انعامات سے نواز کر اقتدار کے چشم و ابرو کے اشاروں پر لکھنے والے منشیوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ دنیا کے انسانوں کے لئے دور اندیشی کی تربیت دینے والا ادب کہاں چلا گیا؟ انسانیت کو روشنیوں کے حصار میں گھیر کر سیہ تحریروں سے بے خبر کر دیا گیا ہے۔ ان کے ذہنوں کی تعمیر ایسے کی جا رہی ہے جیسے کمپیوٹر میں پروگرام لگائے جاتے ہیں۔ وہ ادیب جو ذہن و عقل کی کھڑکیاں آسمانوں تک کھول دیتے ہیں، وہ کہاں ہیں؟ کسی عہد میں عظیم ادیبوں کے عنقا ہونے کا مطلب ہے عظیم انسانوں کا پیدا ہونا بند ہو جانا۔ بغیر بڑی سوچ کے عظیم انسان پیدا نہیں ہوتے ہیں اور عظیم انسانوں کے پاس سوچنے کی فرصت نہیں ہوتی۔ سچے ادیب عوام کے دوست ہوتے ہیں لیکن مافیائی طاقتیں عوام کے دوستوں کی ہی سے بڑی دشمن ہوتی ہیں۔'' حوالہ ۶۔ ص۔ 482

ذوقی کا ناول 'پوکے مان کی دنیا' زیور طبع سے آراستہ ہو کر 2004 میں منظر عام پر آیا۔ اس میں موجودہ دور کے نئے نئے مسائل و مصائب کا نقشہ بہت ہی پر کشش انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ انہوں نے اس ناول میں ٹی۔ وی، موبائل اور سوشل میڈیا کے بڑھتے منفی اثرات جو نسل نو کو سماجی، سیاسی، معاشرتی، جنسی، نفسیاتی اور اخلاقی زوال یا پستی کی راہ پر لے جا رہی ہے، آئینہ دکھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ نو عمر سے لے کر پختہ عمر کے کرداروں کے حالات جنسی، نفسیاتی اور اخلاقی کشمکش سے متصادم دکھائی دیتے ہیں۔ نسل نو سماجی اور اخلاقی اقدار سے بے نیاز سوسائیٹی میں قتل و غارت گری، شراب خوری، ریپ اور دوسرے جرائم میں ملوث ہیں تو پختہ عمر کے حضرات دنیا و مافیہا سے بے نیاز لیٹ نائٹ ٹی۔ وی پر آنے والی بلیو فلموں سے حظ اٹھا رہے ہیں۔ لوگ آئے دن ٹی۔ وی پر دکھائے جانے والی فلموں میں فحاشیت (آئیٹم سانگ)، فیشن شو میں عریانیت اور خبروں میں زرد صحافت (yellow Journalism) سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ناول پوکے مان کی دنیا کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔

''سیڑھی سے اترتے ہی میری نظر اس پر ٹھہر گئی تھی وہ زمانے سے بے نیاز تھی۔ بیحد تنگ کپڑوں میں ملبوس۔ سلیولیس سرٹ شارٹ جینس۔ اور نہ میں اس کے کپڑوں کا جائزہ لے سکتا تھا نہ اس کے جسم کا.... وہ میری بیٹی

تھی رہا..... شام میں دیر ہو جائے گی ڈیڈ...ہائے۔میری نظر نے ایک بار پھر تعاقب کرنا چاہا مگر بیٹی کی جگہ ہر بار اس کا جسم آڑے آتا رہا۔وہی تنگ کپڑوں میں سمٹا ہوا،ایک کھلا ہوا جسم جسے دیکھتے ہوئے باپ اپنی ہی نظروں میں ننگا ہو جاتا ہے۔" حوالہ ۷۔(ص۔106- 107)

کتابیات

حوالہ ا۔معاصر اردو ناول کے تہذیبی سروکار۔انور پاشا،نیا سفر (کتابی سلسلہ 7)ص۔20-21،1995 ءسنہ

حوالہ ۲۔آنکھ جو سوچتی ہے۔کوثر مظہری۔2000 ءسنہ

حوالہ ۳۔گلابی پسینہ۔ڈاکٹر نفیس تیاگی،ص۔160،2012 ءسنہ

حوالہ ۴۔دویہ بانی۔غضنفر،ص۔6،2000 ءسنہ

حوالہ ۵۔شوراب۔غنفر،ص200-،2008 ءسنہ

حوالہ ٦۔پلیتہ۔پیغام آفاقی،ص482- 2010 ءسنہ

حوالہ ۷۔پوکے مان کی دنیا۔مشرف عالم ذوقی ص۔106-1074،2004 ءسنہ